

خطبہ (۱۹)

(۱۹) وَمِنْ كَلَامٍ لَهُ عَلَيْهِ الْمَلَامُ

امیر المؤمنین علیہ السلام منبر کوفہ پر خطبہ ارشاد فرما رہے تھے کہ اشاعت ان قیسٹ نے آپ کے کلام پر اعتراض کرتے ہوئے کہا کہ: یا امیر المؤمنین! یہ بات تو آپ کے حق میں نہیں، بلکہ آپ کے خلاف پڑتی ہے تو حضرت نے اسے نگاہ غضب سے دیکھا اور فرمایا:

تجھے کیا معلوم کہ کوئی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف جاتی ہے۔ تجھ پر اللہ کی پھٹکا اور لعنت کرنے والوں کی لعنت ہو! تو جو لا ہے کا بیٹا جو لا ہا اور کافر کی گود میں پلنے والا منافق ہے۔ تو ایک دفعہ کافروں کے ہاتھوں میں اور ایک دفعہ مسلمانوں کے ہاتھوں میں اسیر ہوا۔ لیکن تجھ کو تیرا مال اور حسب اس عار سے نہ بچاس کا اور جو شخص اپنی قوم پر تواریخ چلوا دے اور اس کی طرف موت کو دعوت اور ہلاکت کا بلا وادے، وہ اسی قابل ہے کہ قربتی اس سے نفرت کریں اور دوروا لے بھی اس پر بھروسانہ کریں۔

سید نبی فرماتے ہیں کہ: یہ ایک دفعہ کفر کے زمانہ میں اور ایک دفعہ اسلام کے زمانہ میں اسیر کیا گیا تھا۔ رہا حضرت کا یہ ارشاد کہ: ”جو شخص اپنی قوم پر تواریخ چلوا دے“ تو اس سے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے کہ جو اشاعت کو غالدار و لیڈ کے مقابلہ میں یمامہ میں پیش آیا تھا کہ جہاں اس نے اپنی قوم کو فریب دیا تھا اور ان سے چال پڑی تھی، یہاں تک کہ غالدار نے ان پر حملہ کر دیا اور اس واقعہ کے بعد اس کی قوم والوں نے اس کا لقب ”عرف النّار“ رکھ دیا اور یہاں کے مجاہروں میں غداری کیتے بولا جاتا ہے۔

--☆☆--

قالَهُ إِلَّا شَعْثَ بْنِ قَيْسٍ وَ هُوَ عَلَى مِئَرِ
الْكُوْفَةِ يَجْعُلُبُ، فَمَطَّى فِي بَعْضِ كَلَامِهِ شَيْءٌ
اعْتَرَضَهُ الْأَشْعَثُ فَقَالَ: يَا أَمِيرَ الْمُؤْمِنِينَ!
هَذِهِ عَلَيْكَ لَا لَكَ، فَخَفَضَ عَلَيْهِ السَّلَامُ
إِلَيْهِ بَصَرَةَ ثُمَّ قَالَ:

مَا يُدْرِيكَ مَا عَلَى مِمَّا لِي؟ عَلَيْكَ لَعْنَةُ
اللَّهِ وَ لَعْنَةُ الْلَّا عَنْيَنَ! حَائِلُ ابْنُ حَائِلٍ!
مُنَافِقُ ابْنُ كَافِرٍ! وَاللَّهُ! لَقَدْ أَسْرَكَ الْكُفُرُ
مَرَّةً وَ الْإِسْلَامُ أُخْرَى، فَمَا فَدَاكَ مِنْ
وَاحِدَةٍ مِنْهُمَا مَالُكَ وَ لَا حَسْبُكَ. وَإِنَّ امْرًا
دَلَّ عَلَى قَوْمِهِ السَّيِّفَ، وَ سَاقَ إِلَيْهِمْ
الْحَتْفَ، لَحْرِيٌّ أَنْ يَمْقُتَهُ الْأَقْرَبُ، وَ لَا
يَأْمَنَهُ الْأَبْعَدُ.

أَقْوَلُ: يُرِيدُ عَلَيْلَةً أَنَّهُ أُسْرَ فِي الْكُفُرِ مَرَّةً،
وَ فِي الْإِسْلَامِ مَرَّةً. وَأَمَّا قَوْلُهُ عَلَيْلَةً «دَلَّ عَلَى
قَوْمِهِ السَّيِّفَ» فَأَرَادَ بِهِ حَدِيثًا كَانَ
لِلْأَشْعَثِ مَعَ حَالِدَ بْنِ الْوَلِيدِ بِالْيَمَامَةِ، غَرَّ
فِيهِ قَوْمَهُ، وَمَكَرَ بِهِمْ حَتَّى أَوْقَعَ بِهِمْ حَالِدُ،
وَ كَانَ قَوْمُهُ بَعْدَ ذَلِكَ يُسَمُّونَهُ «عُرْفَ
النَّارِ»، وَهُوَ اسْمُ الْلَّغَادِرِ عِنْدَهُمْ.

-----☆☆-----

اشعش ابن قیس کندی

۱۶

اس کا اصل نام ”معدیکرب“ اور کنیت ”ابو محمد“ ہے، مگر اپنے بالوں کی پراکنڈگی کی وجہ سے ”اشعش“ (پراکنڈہ مُو) کے لقب سے زیاد مشہور ہے۔ جب بعثت کے بعد یہ اپنے قبیلہ سکیت ملکہ آیا تو پیغمبر ﷺ نے اسے اور اس کے قبیلہ کو اسلام کی دعوت دی، لیکن یہ سب منہ موڑ کر چلتے ہوئے اور ایک بھی اسلام قبول کرنے کیلئے آمادہ نہ ہوا۔ اور جب بھرت کے بعد اسلام کے قدم جم گئے اور اس کا پرد چمہ رانے کا اور اطراف و جوانب کے وفد جو حق درحق مذینہ آنا شروع ہوئے تو یہ بھی بنی کندہ کے ایک وفد کے ہمراہ پیغمبر ﷺ کی خدمت میں آیا اور اسلام قبول کیا۔ صاحب التیعاب الحستے ہیں کہ یہ پیغمبر اسلام ﷺ کے بعد مرتد ہو گیا اور حضرت ابو بکر کے زمانہ خلافت میں کہ جب اسے اسیر کر کے مذینہ لا دیا گیا تو پھر سے اسلام قبول کیا مگر اس وقت بھی اس کا اسلام صرف دخاوے کا تھا۔ چنانچہ شیخ محمد عبدہ نے حاشیہ شیخ البلاغہ پر تحریر کیا ہے کہ:

كَاتَ الْأَشْعَثُ فِي أَصْحَابِ عَلِيٍّ عَلَيْهِ الْغَلَيلَ كَعْبَدُ اللَّهِ بْنُ أُبَيِّ أَبْنِ سَلْوَلَ فِي أَصْحَابِ رَسُولِ اللَّهِ عَلَيْهِ الْكَلَمَةُ، كُلُّ مَنْهُمَا رَأْسُ النِّفَاقِ فِي زَمْنِهِ.

جس طرح عبد اللہ ابن ابی ابین سلول اصحاب رسول میں تھا ویسا ہی اشعش، علی ابی طالب کی جماعت میں تھا اور یہ دونوں اپنے اپنے عہد میں چوٹی کے منافق تھے۔

جنگِ یرمونک میں اس کی ایک آنکھ مصالع ہو گئی تھی۔ چنانچہ ابن قتیبہ نے المعارف میں اسے کانوں کی فہرست میں درج کیا ہے اور حضرت ابو بکر کی بہن ام فروہ بنت ابی تھاذب جو پہلے ایک ازوی کے نکاح میں اور پھر تمداری کے عقد میں تھیں تیری دفعہ اسی اشعش سے بیاہی گئیں جن سے تین لڑکے محمد، اسماعیل اور اسحاق پیدا ہوئے۔ کتب رجال میں درج ہے کہ یہ بھی ایک آنکھ سے معذور تھیں۔

ابن ابی الحدید نے ابو الفرج سے یہ عبارت نقل کی ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ قتل امیر المؤمنینؑ کی سازش میں برابر کا شریک تھا:

وَقَدْ كَانَ أَبْنُ مُلْجَمٍ أَتَى الْأَشْعَثَ بْنَ قَيْسٍ فِي هَذِهِ الْلَّيْلَةِ فَخَلَّا بِهِ فِي بَعْضِ نَوَاحِي الْمَسِّيْدِ وَمَرَّ بِهِمَا حُجْرُ بْنُ عَدِيٍّ، فَسَمِعَ الْأَشْعَثُ وَهُوَ يَقُولُ لِابْنِ مُلْجَمِ: النَّجَاءُ التَّجَاءُ بِحَاجَتِكَ فَقَدْ فَصَحَّكَ الصُّبُّجُ، قَالَ لَهُ حُجْرُ: فَتَنَّتَهُ يَا أَخُوْرُ! وَخَرَجَ مُبَادِرًا إِلَى عَلِيٍّ عَلَيْهِ الْغَلَيلَ وَقَدْ سَبَقَهُ أَبْنُ مُلْجَمٍ فَضَرَبَهُ فَأَقْبَلَ حُجْرُ وَالنَّاسُ يَقُولُونَ: قُتِلَ أَمِيرُ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلَيْهِ الْغَلَيلَ.

شپڑہ بت ابی ملجم، اشعش ابی قیس کے پاس آیا اور دونوں علیحدگی میں مسجد کے ایک گوشہ میں جا کر بیٹھ گئے کہ ادھر سے حجر ابن عدی کا گزر ہوا تو انہوں نے سنا کہ اشعش، ابی ملجم سے کہہ رہا ہے کہ: بس اب جلدی کرو، ورنہ پوچھوٹ کر تمہیں روکر دے گی۔ حجر نے یہ سنا تو اشعش سے کہا کہ: اے کانے! تو علی علیتم کے قتل کا سروسامان کر رہا ہے اور پھر تیزی سے علی ابی طالب علیتم کی طرف گئے، مگر جب امیر المؤمنین علیتم کو نہ پا کر پہنچے تو ابی ملجم اپنا کام کر چکا تھا

اور لوگ کہہ رہے تھے کہ امیر المؤمنین علیہ السلام قتل کر دیئے گئے۔ (شرح ابن القیم، ج ۶، ص ۳۲)

اس کی بیٹی جعده نے حضرت امام حسن عسکریؑ کو زہر دے کر ان کی زندگی کا خاتمہ کر دیا۔ چنانچہ مسعودی نے لکھا ہے کہ:

**إِنَّ اُمَّرَأَةَ حَمْدَةَ بِنْتَ الْأَشْعَثِ بْنِ قَيْسِ الْكُنْدِيِّ سَقَتُهُ السَّمُّ، وَقَدْ كَانَتْ مُحَاوِيَةً
دَشَ إِلَيْهَا: إِنَّكِ ابْنَ اخْتَلُتِ فِي قَتْلِ الْحَسَنِ وَجَهْتُ إِلَيْكِ يَمَائِةً أَلْفِ دِرْهَمٍ وَ
زَوْجَتُكِ مِنْ يَزِيدَ.**

آپ کی زوجہ جعده بنت اشعشث کندی نے آپ کو زہر دیا اور معاویہ نے اس سے یہ ساز باز کی تھی کہ اگر تم کسی طریقے سے

حسن علیہ السلام کو زہر دے دو تو میں تمہیں ایک لاکھ درہم دوں گا اور یزید سے تمہارا عقد کر دوں گا۔ (مروح الذہب، ج ۲، ص ۵۰)

اس کا پیشہ مختاری، مسلم، ابو داؤد، ترمذی، نسائی اور ابن ماجہ کے روایات حدیث میں سے ہے۔

۵ جگہ نہروان کے بعد مسجد کوفہ میں تخلیم کی بد عنوانیوں کے سلسلہ میں حضرت خطبہ ارشاد فرمارہے تھے کہ ایک شخص نے کھڑے ہو کر کہا کہ: یا امیر المؤمنین! آپ نے پہلے تو تمہیں اس تخلیم سے روکا اور پھر اس کا حکم بھی دے دیا، یہیں نہیں معلوم کہ ان دونوں باتوں میں سے کون سی بات زیادہ صحیح اور مناسب تھی۔ حضرت نے یہ سن کر ہاتھ پر ہاتھ مارا اور فرمایا: «هذَا أَجَزَاءُ مَنْ تَرَكَ الْعُقْدَةَ» ۶: ”بُو جُوش رائے کو چھوڑ دیتا ہے اسے ایسا ہی خمیازہ بھلکتا پڑتا ہے۔“ یعنی یہ تمہارے کوت کا پھل ہے جو تم نے حرم و احتیاط کا دامن چھوڑ کر تخلیم کے مان لینے پر اصرار کیا تھا، مگر اشعشث اس سے یہ سمجھا کہ حضرت اپنے بارے میں فرمادی ہے میں کمیری یہ حیرانی و سرگردانی تخلیم کے مان لینے کا نتیجہ ہے۔ لہذا بول اٹھا کہ: یا امیر المؤمنین! اس سے تو آپ ہی کی ذات پر حرف آتا ہے، جس پر حضرت نے بگو کفر میا کہ: تمہیں کیا معلوم کہ میں کیا کہہ رہا ہوں اور تم کیا جانو کہ کوئی چیز میرے حق میں ہے اور کون سی چیز میرے خلاف پڑتی ہے، تم جو لا ہے کے بیٹھے اور کافر کی گود میں پرداں چڑھنے والے منافق ہو، تم پر اللہ کی اور ساری دنیا کی لعنت ہو۔

شارحن نے امیر المؤمنین علیہ السلام کے اشعشث کو ”حا نک“ (جولاہ) کہنے کی چند وجوہیں لکھی ہیں:

پہلی وجہ یہ ہے کہ چونکہ یہ اور اس کا باپ اپنے اکثر اہل وطن کی طرح پکڑا اپنے کا دھندا کرتے تھے، اس لئے اس کے پیشہ کی پستی و دنایت کی طرف اشارہ کرنے کیلئے اسے جولاہ کہا ہے۔ یوں تو یمنیوں کے پیشے اور بھی کہی تھے، مگر زیادہ دھندا ان کے ہاں یہی ہوتا تھا۔ چنانچہ خالد ابن صفوان نے ان کے پیشوں کا تعارف کرتے ہوئے پہلے اسی پیشے کا ذکر کیا ہے:

**مَا عَنِّيَ أَنْ أَقُولَ لِقَوْمٍ كَانُوا بَيْنَ نَاسِيْجِ بُرْدٍ وَّ دَابِغِ جَلْدٍ وَّ سَائِسِ قَرَدٍ وَّ رَائِبِ عَرْدٍ،
دَلَّ عَلَيْهِمْ هُدْهُدٌ وَّ عَرَّقَتْهُمْ فَأُرْزَهُ وَّ مَلَّكَتْهُمْ اُمَرَّأٌ.**

میں اس قوم کے بارے میں کیا کہوں کہ جن میں صرف کچھ اپنے والے، چھڑا لگنے والے، بندر بچانے والے اور گدھے پر سوار ہونے والے ہی ہوتے ہیں۔ پہنچنے ان کا لٹھکانا بتایا، ایک چوہیا نے انہیں غرق کر دیا اور ایک عورت نے ان پر حکومت کی۔ (ابیان و تبیین، ج ۱ جس ۱۳۰)

دوسری وجہ یہ ہے کہ ”حیا کت“ کے معنی جھوم کر اور بل کھا کر چلنے کے میں اور یہ چوکہ غور اور تکبیر کی وجہ سے شانے مٹکا کر اور بل کھا کر چلتا تھا، اس بنا پر اسے ”حائک“ فرمایا۔

تیسرا وجہ یہ ہے اور یہی زیادہ نمایاں اور واضح ہے کہ اس کی حماقت و دنائیت ظاہر کرنے کیلئے اسے جولاہا کہا ہے، چوکہ ہر دنی و فرمادی کو مثل کے طور پر جولاہا کہہ دیا جاتا ہے۔ ان کے فہم و فراست کا یہی عروج کیا کم تھا کہ ان کی حماقتوں ضرب المثل بن چکی تھیں جب کہ کسی خصوصی امتیاز کے بغیر کوئی چیز ضرب المثل کی حیثیت حاصل نہیں کیا کرتی کہ امیر المؤمنین علیہ السلام نے بھی اس کی تو شیخ فرمادی کہ جس کے بعد کی اور دلیل کی ضرورت باقی نہیں رہ جاتی۔

چوتھی وجہ یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ہے کہ جو اللہ و رسول ﷺ کے خلاف جوڑ توڑ کرے اور افڑا پر دازیوں کے جال بنے کہ جو صرف منافق ہی کا شیوه ہوتا ہے۔ چنانچہ وسائل الشیعہ میں ہے کہ:

ذُكِرُ الْحَائِكُ عِنْدَ أَبِي عَبْدِ اللَّهِ عَالِيَّةِ أَنَّهُ مَلُوْنٌ، فَقَالَ: إِنَّمَا ذَلِكَ الَّذِي يَحُوذُ الْكَذِبَ عَلَى اللَّهِ وَعَلَى رَسُولِهِ عَلَيَّهِ السَّلَامُ۔

امام جعفر صادق علیہ السلام کے سامنے حائک کے ملعون ہونے کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ: اس سے مراد وہ ہے جو اللہ و رسول ﷺ پر افڑا پر دازیوں کے جال بنے کہ جو صرف منافق ہی کا شیوه ہوتا ہے۔

(حضرتؐ نے اس خطبے میں) (لفظ) ”حائک“ کے بعد لفظ ”منافق“ ارشاد فرمایا ہے اور دونوں میں واعطف کا بھی فاصلہ نہیں رکھتا کہ دونوں کے قریب امعنی ہونے پر روشنی پڑے اور پھر اس نفاق و حق پوشی کی بنا پر اسے اللہ اور لعنت کرنے والوں کی لعنت کا مستحق ٹھہرایا ہے، جیسا کہ اللہ سبحانہ کا ارشاد ہے:

﴿إِنَّ الَّذِينَ يَكْتُمُونَ مَا أَنزَلْنَا مِنَ الْبَيِّنَاتِ وَالْهُدَىٰ مِنْ بَعْدِ مَا بَيَّنَنَا لِلنَّاسِ فِي الْكِتَابِ أُولَئِكَ يَلْعَنُهُمُ اللَّهُ وَيَلْعَنُهُمُ اللَّعْنُونَ﴾

وہ لوگ جو ہماری اتاری ہوئی نشانیوں اور رہنمائیوں کو چھپاتے ہیں باوجود یہہ ہم نے کتاب میں انہیں کھول کر ان کے سامنے رکھ دیا ہے تو یہی وہ لوگ میں جن پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور لعنت کرنے والے بھی لعنت کرتے ہیں۔

اس کے بعد فرماتے ہیں کہ تم اپنے میں بھی اسی ری کی ذلت سے نہ پچھے ملکے اور اسلام لانے کے بعد بھی ان رسوائیوں نے تمہارا پتچھا نہ چھوڑا اور تمہیں اسیر بنالیا گیا۔

چنانچہ کفر کی حالت میں اس کی اسی ری کی صورت یہ ہوتی کہ جب اس کے باپ قیس کو قبیلہ بنی مراد نے قتل کر لاتا تو اس نے بنی کنده کے جنگ آزماؤں کو جمع کیا اور انہیں تین ٹولیوں میں بانٹ دیا۔ ایک ٹولی کی باگ ڈور خود سنہھالی اور دوسرا دو ٹولیوں پر کبش ابن ہانی اور قشم ا بن ارقم کو سردار مقرر کیا اور بنی مراد پر حملہ کرنے کیلئے چل کھڑا ہوا۔ مگر بد بختی جو آئی تو بنی مراد کے بجائے بنی حارث ابن کعب پر حملہ کر دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کبش ابن ہانی اور قشم ا بن ارقم قتل کر دیئے گئے اور اسے زندہ گرفتار کر لیا گیا۔ آخر تین ہزار اونٹ فریہ کے دے کر ان سے جان چھڑا۔ امیر المؤمنین علیہ السلام کے ارشاد: فَمَا فَدَاكَ مِنْ وَاحِدَةٍ مِّنْهُمَا مَالُكٌ وَ لَا حَسْبُكَ: (تجھے تیرا مال و حب ان دونوں گرفتاریوں میں سے کسی ایک سے بھی نہ چھڑا سکا) میں فدیہ سے مراد حقیقی فدیہ نہیں ہے، یعنکہ وہ فدیہ دے کر ہی آزاد ہوا تھا، بلکہ مقصد یہ ہے کہ اسے مال کی فراوانی اور کنبہ میں تو قیر و سر بلندی اس عار سے نہ پچاسکی اور وہ اسی ری کی ذلت کے اپنا دامن محفوظ نہ رکھ سکا۔

اس کی دوسری اسی ری کا واقعہ یہ ہے کہ جب پیغمبر اسلام ﷺ نے دنیا سے حملہ فرمائی تو حضرموت کے علاقے میں بغوات پھیل گئی جسے فرو کرنے کیلئے حضرت ابو بکر نے وہاں کے حاکم زیاد ابن لبید کو لکھا کہ وہ ان لوگوں سے بیعت لے اور ان سے زکوٰۃ و صدقات و صول کرے۔ چنانچہ جب زیاد ابن لبید قبیلہ بنی عمرو و ابن معاویہ کے ہاں زکوٰۃ جمع کرنے کیلئے گیا تو شیطان ابن حجر کی ایک اونٹی جو بڑی خوبصورت اور مضبوط ڈیل ڈول کی تھی اسے پندا آگئی۔ اس نے بڑھ کر اس پر قبضہ کر لیا۔ شیطان اسے دینے پر رضامند نہ ہوا اور کہا کہ اسے رہنے دیجئے اور اس کے بدلوں میں کوئی اور اونٹی لے لیجئے، مگر زیاد نہ ماننا۔ شیطان نے اپنے بھائی عداء ابن حجر کو اپنی حمایت کیلئے بلا لیا۔ اس نے بھی آ کر کہا نہیں، مگر زیاد اپنی خند پر اڑا رہا اور کسی صورت میں اونٹی سے ہاتھ اٹھانے کیلئے آمادہ نہ ہوا۔ آخر ان دونوں بھائیوں نے مسروق ا بن معبد کرب سے فریاد کی۔ چنانچہ مسروق نے بھی اپنا زور لگایا کہ کسی طرح زیاد اس اونٹی کو چھوڑ دے مگر اس نے صاف انکار کر دیا جس پر مسروق کو جوش آیا اور اس نے بڑھ کر اونٹی کھول لی اور شیطان کے حوالے کر دی۔

زیاد اس پر بھڑک اٹھا اور اپنے آدمیوں کو جمع کیا اور مر نے کیلئے تسلیم کیا۔ ادھر بنی لبید بھی مقابلہ کیلئے اکٹھا ہو گئے مگر زیاد کو شکست نہ دے سکے، بلکہ بڑی طرح اس کے ہاتھوں پیٹے عورتیں چھنوا کیں اور مال و ممتاع لٹوایا۔ آخر جو بچے کچے تھے وہ اشعت کے دامن میں پناہ لینے پر مجبور ہوئے۔ اشعت نے اس شرط پر کمک کا وعدہ کیا کہ اسے اس علاقہ کا حکمران مان لیا جائے۔ ان لوگوں نے اس شرط تو تسلیم کر لیا اور باقاعدہ اس کی رسم تا پیشی بھی ادا کر دی۔ جب یہ اپنا اقتدار منوا کا تو ایک فوج کو ترتیب دے کر زیاد سے لڑنے کیلئے ملک کھڑا ہوا۔

ادھر حضرت ابو بکر نے مہاجر ا بن امیہ والی بیوی کو لکھ رکھا تھا کہ وہ ایک دستے لے کر زیاد کی مدد کیلئے پہنچ جائے۔ چنانچہ مہاجر فوجی دستے نے آرہا تھا کہ اس کا سامنا ہو گیا اور دونوں نے ایک دوسرے کو دیکھ کر تواریں سوت لیں اور مقام زر قان میں معز کہ کارز ار گرم کر دیا۔ مگر نتیجہ میں اشعت میدان چھوڑ کر بھاگ کھڑا ہوا اور باقی ماندہ لوگوں کے ساتھ قلعہ نجیر میں قلعہ بند ہو گیا۔ دشمن ایسے نہ تھے جو پتچھا چھوڑ دیتے۔ انہوں نے

قلعہ کے گرد محاصرہ ڈال دیا۔

اشعث نے سوچا کہ وہ اس بے سر و سامانی کے عالم میں کب تک قلعہ میں محصور رہ سکتا ہے، رہائی کی کوئی ترتیب کرنا چاہیئے۔ چنانچہ وہ چکے سے ایک رات قلعہ سے باہر نکلا، زیاد اور مہاجر سے جا کر ملا اور ان سے یہ ساز باز کی کہا گرا سے اور اس کے گھر کے نو آدمیوں کو امان دے دی جائے تو قلعہ کا دروازہ کھلوا دے گا۔ انہوں نے اس شرط کو مان لیا اور اس سے کہا کہ ان کے نام لکھ کر ہمیں دے دو۔ اس نے نو نام لکھ کر ان کے حوالے کر دیتے اور اپنی روایتی دشمنی کا ثبوت دیتے ہوئے اپنا نام اس فہرست میں لکھنا بھول گیا۔ ادھر یہ طے کرنے کے بعد اپنی قوم سے جا کر یہا کہ میں تمہارے لئے امان حاصل کر چکا ہوں، اب قلعہ کا دروازہ کھول دیا جائے۔ جب دروازہ کھولا گیا تو زیادتی فوج ان پر پڑت پڑی۔ ان لوگوں نے کہا کہ ہم سے تو امان کا وعدہ کیا گیا تھا۔ زیادتی سپاہ نے کہا کہ غلط، اشعش نے صرف اپنے گھر کے دس آدمیوں کیلئے امان پایا تھی جن کے نام ہمارے پاس محفوظ میں۔ غرض کہ آٹھ سو آدمیوں کو تباخ کر دیا گیا اور کچی عورتوں کے ہاتھ قلم کئے گئے اور حربِ معاهدہ نو آدمیوں کو چھوڑ دیا گیا، مگر اشعش کا معاملہ پیچیدہ ہو گیا اور آخر یہ طے پایا کہ اسے حضرت ابو بکر کے پاس بیچ دیا جائے وہی اس کا فیصلہ کریں گے۔ آخر ایک ہزار قیدی عورتوں کے ساتھ اسے پڑیوں میں جکو کرمدینہ روانہ کر دیا گیا۔ راستے میں اپنے، بیگانے، عورتیں، مرد سب اس پر لعنت کرتے جاتے تھے اور عورتیں اسے خدار کہہ کر پکار رہی تھیں۔ اور جو اپنی قوم پر تلوار چلا دے اس سے زیادہ خدار ہو بھی کون سکتا ہے۔

بہر صورت جب یہ مدینہ پہنچا تو حضرت ابو بکر نے اسے رہا کر دیا اور اسی موقع پر اُم فروہ سے اس کا عقد ہوا۔

